توہین رسالت

اسباب اور سد باب

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مد ظلہم

ضبط و ترتیب
محمد انور حسین

میمن اسلامک پبلشرز
لیاقت آباد نمبر ا۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامعہ دار العلوم کراچی

اصلاحی خطبات : جلد نمبر 19

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

میمن اسلامک پبلشرز

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

توہین رسالت

اسباب اور سدّ باب

مغربی ممالک کی طرف سے توہین رسالت کا ناپاک سلسلہ ۲۰۰۶ء سے شروع ہوا تھا، جب سے اب تک یہ مکروہ سلسلہ وقفے وقفے سے جاری ہے، اس موضوع پر جن حضرات کو حق تعالیٰ نے قابل قدر خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی ان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا نام نامی سرفہرست ہے، حضرت والا مدظلہم کے تحریری وتقریری ارشادات کا خلاصہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل مولانا محمد انور حسین صاحب نے مرتب کیا ہے۔ جو ہدیہ قارئین ہے۔ بشکریہ البلاغ، ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ.................(میمن)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ!

مذاکرہ کی غرض وغایت

حضرات علمائے کرام اور قابل احترام سامعین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و

برکاتہ۔ سید الاولین والآخرین سرکار دو عالم رسالت مآب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کے سلسلے میں مسلمانوں پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان پر غور وفکر کرنے اور ان کے مطابق اپنا لائحہ عمل طے کرنے کے لئے آج یہ مبارک مذاکرہ منعقد ہوا ہے۔

حالات کا پس منظر

حالات کے جس پس منظر میں یہ مبارک مناظرہ منعقد ہوا ہے، اس سے ہر مسلمان واقف ہے، اور اس وقت پورے عالم اسلام میں مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک پوری مسلم دنیا میں ان دریدہ دہن اور بد باطن افراد کی حرکت کے خلاف اضطراب، غم وغصہ اور احتجاج کی ایک لہر دوڑی ہوئی ہے، جنہوں نے محسن انسانیت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر کے اپنی بد باطنی کا ثبوت دیا ہے۔

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

افسوس ناک بات یہ ہے کہ اپنی اس شرمناک حرکت پر کسی ندامت کا اظہار کرنے کے بجائے اور اس پر معافی مانگنے کے بجائے اپنی اس حرکت کے جواز میں مختلف حیلے بہانے تراشے جا رہے ہیں، کہا جا رہا ہے کہ ان بد باطن افراد کے خلاف کوئی کارروائی آزادیٔ اظہار رائے کے اصولوں کے خلاف ہے۔

اہل مغرب کی مکاری

اہل مغرب کا ایک عرصہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ انہوں نے کچھ خوبصورت الفاظ گھڑ لئے ہیں، اوران کو اپنی زندگی کا محور قرار دے کر دنیا بھر میں اپنی معصومیت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، یہ الفاظ ایسے ڈھیلے ڈھالے ہیں کہ ان الفاظ میں وہ جس معنی کو چاہیں داخل کر دیں، اور جس معنی کو چاہیں نکال دیں۔ جمہوریت، انسانی حقوق اور پرامن بقائے باہمی، یہ سارے ایسے الفاظ ہیں جن کا دن رات راگ الاپا جاتا ہے، لیکن اگر ان کی تہہ میں عملی کارروائیوں کو دیکھا جائے تو سوائے اس کے اس کا کوئی مطلب نہیں نکلتا کہ ان الفاظ سے جب تک ان کے سیاسی اور ذاتی مفادات کو برتری وتقدم حاصل ہو، اس وقت تک تو ان کا تحفظ واحترام لازمی ہے، لیکن جب انہی الفاظ سے ان کا کوئی ذاتی مفاد ٹکرا جائے تو نہ آزادیٔ اظہاری رائے باقی رہتی ہے، نہ انسانی حقوق اور نہ پرامن بقائے باہمی۔

آزادیٔ اظہار رائے کا مقصد

ہم جانتے ہیں کہ مغرب نے یہ خوبصورت الفاظ دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے گھڑے ہوئے ہیں، یہ آزادیٔ اظہار رائے جس کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے، اور جس کے پردے میں وہ شرمناک گستاخی کی جارہی ہے، جسکے مقابل اس روئے زمین پر کسی اور گستاخی کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اس آزادیٔ اظہار رائے کا حال یہ ہے کہ یورپ اور دیگر متعدد ممالک میں یہ قانون نافذ ہے کہ یہودیوں کے ''ہولوکاسٹ'' کے خلاف اگر کوئی تاریخی تحقیق بھی کرنا چاہے تو اسے اس کی اجازت نہیں ہے، اور

قانون اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ ان حالات کی کھوج کرید میں پڑے کہ یہودیوں کو جرمنی سے جب نکالا گیا تھا تو کتنے افراد واقعۃً قتل ہوئے تھے، اور کتنے قتل نہیں ہوئے تھے، اگر کوئی شخص علمی بنیاد پر یہ تاریخ تحقیق کرنا چاہے تو یہ قانوناً جرم ہے، پھر بھی یہی کہا جاتا ہے کہ ہر کسی کو اظہار رائے کی آزادی ہے۔

درس عبرت

مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ آج سے چند سال پہلے جب پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، تو ان کی طرف سے پوری مغربی دنیا میں یہ فریاد کی جا رہی تھی کہ ہم پر ظلم ہو رہا ہے، پاکستان میں آزادی اظہار رائے پر پابندی عائد کی جا رہی ہے، ان ہی دنوں میں ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ مغرب کے وقت گھر کی گھنٹی بجی، باہر نکل کر دیکھا تو ہمارے پاکستان کے وزارت خارجہ کے ایک ذمہ دار افسر پیرس سے ایمنسٹی انٹرنیشنل کے ڈائریکٹر کو لے کر تشریف لائے ہیں اور عجیب بات یہ تھی کسی سابقہ اجازت کے بغیر یہ حضرات تشریف لائے، اور مجھ سے کہا کہ ہم آپ کا انٹرویو لینا چاہتے ہیں، میں نے پوچھا کہ کس موضوع پر آپ انٹرویو لینا چاہتے ہیں؟ کہنے لگے کہ مجھے پیرس سے اس مشن پر بھیجا گیا ہے کہ میں جنوبی ایشیا کے لوگوں کا سروے کروں کہ ان کے ذہنوں میں آزادیٔ اظہارِ رائے کا کیا تصور ہے؟ اور آزادیٔ اظہارے رائے کے بارے میں وہ کیا موقف رکھتے ہیں؟ انہوں نے پہلے مجھ سے معذرت کی کہ ہم آپ سے Appointment لئے بغیر آ گئے، مجھے یہ اندازہ ہوا کہ وہ بہت مختصر وقت کے لئے آئے ہیں، اسی لئے وہ پہلے

سے Appointment بھی نہیں لے سکے، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کب تشریف لائے؟ کہنے لگے میں کل کراچی پہنچا ہوں، پھر میں نے پوچھا کہ اب آگے آپ کا کیا پروگرام ہے؟ تو کہنے لگے کہ کل مجھے اسلام آباد جانا ہے، اور دو دن وہاں رہ کے پھر میں نئی دہلی جاؤں گا، وہاں سے کوالالمپور جانا ہے۔

میں نے پوچھا کل کتنے دنوں کا دورہ ہے؟ کہنے لگے کہ ایک ہفتہ میں یہ دورہ مکمل ہو جائے گا، میں نے کہا کہ کراچی میں جو آپ کل سے اب تک رہے، تو ذرا یہ فرمایئے کہ کتنے لوگوں کا انٹرویو آپ نے لیا؟ کہنے لگے کہ پانچ آدمیوں کا انٹرویو لے چکا ہوں، چھٹے آپ ہیں، میں نے کہا کہ ان چھ آدمیوں کا انٹرویوں لے کر آپ نے پورے کراچی کا سروے مکمل کر لیا، اور کل جو آپ اسلام آباد جا رہے ہیں تو ایک دن یا دو دن رہ کر پانچ چھ آدمیوں کا انٹرویو لے کر وہاں کا سروے مکمل کر لیں گے، اور اس کے بعد پھر دہلی اور کوالالمپور جائیں گے، اور ایک ہفتے کے اندر یہ سروے مکمل کر کے آپ اپنی رپورٹ Submit کر دیں گے، تو یہ فرمایئے کہ یہ سروے کیا واقعی کوئی سنجیدہ سروے ہے جو اتنی مختصر مدت میں کیا جا رہا ہے؟

کہنے لگے کہ میں مجبور ہوں، مجھے اتنا ہی وقت دیا گیا ہے، اور وقت کی کمی کے باعث میں اس سے زیادہ لوگوں سے ملاقات نہیں کر سکتا، اس لئے انہی افراد سے انٹرویو کر کے میں اپنا سروے مکمل کر دوں گا، میں نے کہا کہ اگر آپ کے پاس اتنا ہی کم وقت تھا کہ آپ پانچ چھ افراد سے زیادہ کسی سے ملاقات نہیں کر سکتے تھے، تو آپ کو کس نے مشورہ دیا تھا کہ سروے کریں، اگر سروے کرنا ہی تھا تو اس کے

لئے وقت نکالتے، لیکن اگر آپ تھوڑے سے وقت میں چند افراد کی بات سن کر پورے جنوبی ایشیا کی طرف ایک نقطۂ نظر منسوب کرنے والے ہیں تو معاف کیجئے اس غیر سنجیدہ سروے میں، میں پارٹی بننے کو تیار نہیں، لہٰذا میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ آپ میرے مہمان ہیں، بیشک چائے پیجئے، میں آپ کی خاطر تواضع کروں گا، لیکن جہاں تک انٹرویو کا تعلق ہے تو میں آپ کو کوئی انٹرویو نہیں دوں گا۔

ہمارے ملک کی وزارت خارجہ کے افسر جو ان کے ساتھ تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ جناب دیکھئے یہ صاحب بہت دور سے آئے ہیں، کم از کم کچھ تو آپ ان کی رعایت کر لیجئے، میں نے کہا کہ مہمان کی حیثیت سے رعایت یہ ہے کہ میرے پاس چائے پئیں، لیکن جہاں تک معاملے کی بات ہے تو میں ایسے غیر سنجیدہ سروے میں حصہ لینے کو تیار نہیں ہوں، جس کا مقصد دنیا کو دھوکہ دینا ہو، جنوبی ایشیا کے چند افراد کا انٹرویو کر کے سارے جنوبی ایشیا کے سر پر ایک مؤقف تھوپ دینا ہو، یہ بالکل غلط طرز عمل ہے، آپ مجھے بتائیں کہ کیا میری بات غلط ہے؟ مجھے سمجھا دیں کہ اتنے دنوں میں سروے ہو سکتا ہے؟ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا، اس لئے انہوں نے کہا کہ بات تو آپ کی ٹھیک ہے، لیکن میں آپ سے محض التماس کرتا ہوں کہ میں بہت دور سے آیا ہوں، کچھ تو میری باتوں کا جواب دیدیں، میں نے کہا کہ میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا، چونکہ ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، اس لئے آخر کار وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

آزادی اظہار رائے کیا ایبسلوٹ ہے؟

پھر میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک سوال آپ سے کرلوں؟ وہ کہنے لگے کہ میں آپ سے سوال کرنے آیا تھا، آپ الٹا مجھ سے سوال کرنے لگے، میں نے کہا کہ میں تو آپ سے اجازت مانگ رہا ہوں، اگر آپ اجازت دیں گے تو سوال کروں گا اور اگر اجازت نہیں دیں گے تو سوال نہیں کروں گا، انہوں نے کہا: اچھا کہئے۔

میں نے کہا کہ میرا سوال یہ ہے کہ آپ آزادیٔ اظہار رائے کے بارے میں ایک تحقیق کرنے نکلے ہیں، اور آپ کے ادارے نے اس آزادیٔ اظہار رائے کو اپنا Moto بنایا ہوا ہے، آپ یہ بتائیے کہ آپ کے خیال میں آزادیٔ اظہار رائے بالکل ایبسلوٹ (Absolute) ہے، اس کے اوپر کوئی شرط، کوئی قید، کوئی پابندی نہیں؟ یا یہ کہ اسکے اوپر کوئی شرط اور پابندی عائد ہوتی ہے؟ کہنے لگے کہ میں مطلب نہیں سمجھا۔

میں نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص یہ کہے کہ جتنے بڑے بڑے سرمایہ دار ہیں، ان سب نے قوم کی دولت کو لوٹا ہے، لہٰذا میں لوگوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ان سرمایہ داروں کی تجوریوں پر، ان کے خزانوں پر، ان کے بینک بیلنس پر ڈاکے ڈالیں، اور پیسے اکٹھے کر کے غریبوں کی مدد کریں، تو بتائیے کہ کیا اس بات کی آپ اجازت دینگے؟ آپ اس ایکسپریشن (Expression) کی فریڈم (Freedom) کے بھی قائل ہیں کہ اس کی بھی آزادی ملنی چاہیے کہ لوگ ڈاکے ڈالنے کی دعوت دیدیں، جب کہ مقصد ان کا نیک ہو کہ غریبوں کی امداد کی جائے؟ کہنے لگے نہیں،

اس کی اجازت نہیں ہوسکتی، میں نے کہا کہ اگر اس کی اجازت نہیں ہوسکتی تو مطلب یہ ہے کہ فریڈم آف ایکسپریشن (Freedom of expression) یہ بالکل ایبسلوٹ (Absolute) چیز نہیں ہے، مطلق چیز نہیں ہے کہ اس کے اوپر کوئی پابندی عائد نہ ہو، کہنے لگے ہاں کچھ نہ کچھ تو پابندیاں عائد ہوں گی۔

میں نے کہا کہ بتائیے وہ پابندیاں کیا ہیں؟ اور کون مقرر کرے گا؟ کس کے پاس یہ اتھارٹی (Authority) ہے کہ وہ یہ پابندیاں عائد کرے کہ فریڈم آف ایکسپریشن (Freedom of expression) پر یہ پابندی ہونی چاہیے، اور یہ پابندی نہیں ہونی چاہیے؟ اگر آپ کے ادارے نے اس کے بارے میں کوئی تحقیق کی ہو تو براہ کرم مجھے اس سے مطلع فرمائیں، کہنے لگے کہ اس سے پہلے ہم نے اس موضوع پر سوچا نہیں ہے، اور اگر ہمارے ادارے میں اس پر کوئی کام ہوا ہوگا تو ہم آپ کو اس سے مطلع کریں گے، میں نے کہا کہ آپ ضرور مطلع کریں، لیکن میں آپ سے یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ اس سوال کا جواب زندگی بھر نہیں دے سکتے کہ آخر آزادیٔ اظہار رائے پر پابندی کس قسم کی ہوسکتی ہے، اور کون سی اتھارٹی ہے جو یہ طے کرے کہ کون سی پابندی معقول اور جائز ہے، اور کون سے پابندی ناجائز ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ آج انسانوں کا ایک گروہ یہ کہے گا کہ فلاں پابندی ہونی چاہیے، اور دوسرا گروہ کہے گا کہ فلاں پابندی ہونی چاہیے، اور متفقہ بنیاد انسانوں کے درمیان فراہم ہونا تقریباً ناممکن ہے۔

اس کا تو ایک ہی راستہ ہے، وہ یہ ہے کہ جس ذات نے اظہار رائے کی

طاقت انسان کی زبان کو اور قلم کو عطا کی ہے، اسی ذات سے پوچھا جائے کہ کون سی آزادی اے اللہ! تیرے نزدیک جائز ہے، اور کون سی آزادیٔ اظہار رائے تیرے نزدیک ناجائز ہے، جب تک اللہ جل جلالہ کے آگے سر نہیں جھکایا جائے گا، اور اللہ جل جلالہ کے پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سر نہیں رکھا جائے گا، تو کوئی بھی شخص اس کا معیار اور اس کی کوئی بنیاد فراہم نہیں کر سکتا، چنانچہ آج اس واقعے کو کئی سال گزر گئے ہیں، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، آج تک پلٹ کر انہوں نے اس سوال کا جواب دینے کی یا اس کے بارے میں کوئی وضاحت کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی، اس لئے کہ ان کے پاس کوئی جواب تھا ہی نہیں۔ بہرحال! یہ سارے الفاظ یعنی آزادیٔ اظہار رائے، پرامن بقائے باہمی اور انسانی حقوق وغیرہ یہ اس وقت تک ہیں، جب تک یہ الفاظ ان کے اپنے مفادات کو سرو کر رہے ہوں۔

وہی انسانی حقوق کے علم بردار جب افغانستان اور عراق پر بمباری کرتے ہیں، بے گناہ بچوں اور عورتوں کو شہید کرتے ہیں، تو اس وقت کوئی انسانی حقوق کی بات ان کے دماغ میں نہیں آتی، اور وہی لوگ جو آزادیٔ اظہار رائے اور انسان کی آزادی کے قائل تھے آج یہ قانون بنا رہے ہیں کہ جس پر چاہو حملہ کر دو، جب چاہو حملہ کر دو، جس سرحد کو چاہو پار کر لو، ان الفاظوں کے ذریعے آخر کب تک انسانیت کو دھوکا دیا جائے گا۔

نبی کریم سرور دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم تو یہ ہے کہ

دریدہ دہن ہزار بدزبانیاں کیا کریں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلال میں ان کی بدباطنی سے ایک حبہ برابر کوئی کمی نہیں آتی، جب تک اس کائنات کے اوپر اللہ جل جلالہ کی حکمرانی قائم ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وتقدیس کے گیت گائے جاتے رہیں گے، اللہ جل جلالہ نے خود قرآن کریم میں فرمادیا ہے :

اِنَّا کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَهْزِئِیْنَ (الحجر : ۹۵)

''جولوگ تمہارا مذاق اڑا رہے ہیں ہم تمہارے لئے ان کی سازشوں کے خلاف کافی ہیں''

قرآن کریم نے خود فرمایا :

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (الم نشرح : ٤)

''ہم نے آپ کے تذکرے کو بلند مقام عطا کیا ہے''

لہٰذا یہ ہزار بدباطنیاں کیا کریں، لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا۔

مسلمانوں کی ذمہ داری

ہاں! ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا فرض ہے کہ جب کبھی ایسی گستاخی کی جائے تو اس پر مسلمان اپنے ردعمل کا اظہار کریں، اور اس کا اصل ردعمل تو وہ ہے جو ہماری تاریخ میں غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کر کے دکھایا، اور ہماری تاریخ غازی علم دین شہید جیسے لوگوں سے بھری ہوئی ہے، لیکن ہم یہاں دور بیٹھ کر کیا کر سکتے ہیں، اس کے بارے میں الحمد للہ اس مذاکرے کے اندر بہت سی تجاویز

آپ حضرات کے سامنے آئی ہیں، ہمیں قومی سطح پر بھی اور بین الاقوامی سطح پر بھی اس بد باطنی کے خلاف احتجاج کو قوت کے ساتھ جاری رکھنا ہے، اور یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ یہ مغربی طاقتیں۔ ٹھیٹھ لفظوں میں اگر میں لفظ استعمال کروں۔ تو ہماری اردو زبان کا محاورہ ہے کہ "یہ لوگ جوتے کے آشنا ہیں" یعنی ان کے اوپر دباؤ ڈالنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں، اور جس دن ان کو اپنی تجارت میں خسارہ نظر آئے گا اس دن ان کے آزادئ اظہار رائے کے سارے خواب بکھر جائیں گے۔

اس لئے مسلمانوں سے ہمیں اس مذاکرے کے ذریعے یہ اپیل کرنی چاہیے کہ حکومت بائیکاٹ کرے یا نہ کرے، لیکن مسلمان اس بات کا تہیہ اور عہد کریں کہ جن ملکوں میں یہ گستاخی کی گئی ہے، ان ممالک کی مصنوعات کی خرید و فروخت ہم بند کر دیں، جو امپورٹر ہیں وہ امپورٹ کرنا بند کر دیں، جو تاجر ہیں، وہ ان کی مصنوعات کو فروخت کرنا بند کر دیں، اور جو صارفین ہیں وہ ان کو خریدنا بند کر دیں۔

جس وقت یہ مسئلہ پاکستان میں اتنی شدت سے نہیں اٹھا تھا، لیکن بہت سے عرب ممالک میں اٹھ چکا تھا، میں اس وقت سعودی عرب میں تھا، اور یہ منظر میری آنکھوں نے دیکھا کہ حکومت کی طرف سے کوئی باضابطہ اعلان نہیں ہوا تھا کہ عوام ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں، لیکن وہاں کی بڑی بڑی سپر مارکیٹوں نے اپنے ہاں یہ بورڈ لگائے ہوئے تھے کہ ہمارے ہاں کوئی شخص ڈنمارک کی کوئی چیز خریدنے کے لئے نہ آئے اور صرف یہ ہی نہیں کہ جتنا اسٹاک پہلے سے موجود ہے

پہلے وہ بیچ دیں، اور اس کے بعد پھر بائیکاٹ کریں، بلکہ ان کی الماریوں کے شیلف خالی پڑے ہوئے تھے، وہاں پر لکھا ہوا تھا کہ ڈنمارک کی مصنوعات اس جگہ ہوا کرتی تھیں، ہم نے سب نکال کر باہر پھینک دی ہیں، عوام نے یہ سلسلہ شروع کیا، اور جب اس معمولی پیمانے پر چند ملکوں میں یہ کام ہوا تو آپ نے دیکھا کہ کچھ نہ کچھ حرکت شروع ہوگئی، اور یہ کہا گیا کہ ہماری مصنوعات کا بائیکاٹ ہو رہا ہے ہمیں نقصان پہنچ رہا ہے۔

نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری محبت کا سب سے پہلا اور ادنیٰ ثبوت کم از کم یہ تو ہو کہ اگر ہم پہلے ڈنمارک کا مکھن کھایا کرتے تھے تو وہ کھانا بند کردیں، کیا ہمیں وہ مکھن زیادہ عزیز ہے یا جناب نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت زیادہ عزیز ہے؟ اگر ہم ان کی دیگر مصنوعات استعمال کیا کرتے تھے تو ان کا استعمال بند کردیں، اور دوسرے لوگوں کو بھی اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ ان مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

بین الاقوامی سطح پر حکومت کا یہ فریضہ ہے اور صدر مملکت سے ہماری جو ملاقات ہوئی، اس میں بھی ہم نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ایک ایسا بین الاقوامی قانون منظور کرانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

الحمد للہ! مسلمانوں کے نزدیک نہ صرف سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام برابر ہیں۔ یہ قرآن کریم کا اعلان ہے:

لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرۃ: ۲۸۵)

''ہم جدانہیں کرتے کسی کواس کے پیغمبروں میں سے''

لہٰذا کسی بھی نبی کی شان میں کسی بھی قسم کی گستاخی، چاہے وہ زبانی ہو، تحریری ہو، تصویر کی شکل میں ہو، اسکیچ کی شکل میں ہو، یا کسی بھی شکل میں ہو، اس کو سخت ترین سزا کا مستوجب قرار دیا جائے اور جب تک یہ نہیں ہوتا مسلمانوں کو اپنا احتجاج جاری رکھنا چاہیے۔

بعض لوگ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ بھئی کب تک احتجاج کرتے رہو گے؟ ارے ہم اس وقت تک احتجاج کرتے رہیں گے جب تک نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کو مکمل تحفظ نہیں دیا جاتا، اس واسطے جب تک یہ احتجاج جاری نہیں رہے گا، اس وقت تک مغربی دنیا پر دباؤ نہیں پڑے گا، لہٰذا بین الاقوامی سطح پر اگر آپ کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو وہ مؤثر اس وقت تک نہیں ہوگا، جب تک یہ احتجاج جاری نہیں رہے گا۔

احتجاج کی شرعی حدود

ہاں! یہ ضرور ہے کہ احتجاج کے لئے بھی جس طرح نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا کرنے کی ضرورت ہے، وہاں آپ کی اطاعت بھی ایک مسلمان کا شیوہ ہونی چاہیے، اس احتجاج میں اگر کسی بے گناہ کی جان جاتی ہے، یا کسی بے گناہ کے مال کو لوٹا جاتا ہے، یا اس کو آگ لگائی جاتی ہے، تو اس کا جواز نہ اسلام میں ہے، نہ اخلاقی اعتبار سے اس کا کوئی جواز ہے، اور یہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع

کے خطبہ کے موقع پر یہ اعلان فرمایا :

اَلَا اِنَّ دِمَائَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا

''تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تمہارے اوپر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح آج کے دن کی حرمت ہے، اور تمہارے اس شہر کی حرمت ہے''

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کا طواف کر رہے تھے اور طواف کرتے کرتے آپ نے کعبہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اے بیت اللہ! تیری عظمت اور تیری تقدیس کتنی بڑی ہے۔ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنے، آپ نے دو تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے کہ اے بیت اللہ! تیری عظمت اور تیری تقدیس کتنی بڑی ہے، اور پھر تھوڑی دیر کے بعد خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بیت اللہ! تیری عظمت بہت بڑی ہے، لیکن ایک چیز ایسی ہے جس کی عظمت اور جس کی تقدیس تجھ سے بھی زیادہ ہے، پھر فرمایا کہ وہ ایک مسلمان کی جان، اس کا مال، اس کی آبرو، اس کی حرمت اور تقدیس ہے، یہ کعبہ سے بھی زیادہ بڑی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی بے گناہ مسلمان کی جان پر، یا اس کے مال پر، یا اسکی آبرو پر حملہ کرتا ہے تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ اس سے بھی بڑا مجرم ہے جو کعبے کو- معاذ اللہ-

ڈھانے کا ارتکاب کرے، اس سے مکمل اجتناب اور پرہیز کرتے ہوئے ہمیں عوامی طور پر یہ احتجاج جاری رکھنا چاہیے، اور گستاخ ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا چاہیے، اور بین الاقوامی سطح پر اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ کسی طرح ساری دنیا میں اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ادنیٰ توہین قابل تعزیر اور سخت ترین سزا کی مستوجب قرار پائے۔

بہرحال! ان گستاخانہ خاکوں کے ضمن میں یہ تین طرح کے اقدامات کی تجاویز پیش خدمت ہیں، جن میں سیاسی، معاشی اور تبلیغی سطح پر جدوجہد کرنی شامل ہے۔

(۱)...سیاسی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہماری حکومت ڈنمارک کے سفیر کو نکال دے، اور اپنے سفیر کو بلالے، اگر اس طرح تمام مسلم ممالک کریں، تو اس کا خاطر خواہ اثر پڑسکتا ہے۔

(۲)...معاشی سطح پر ان ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے، جن میں گستاخانہ خاکے شائع ہوئے ہیں اور فلم بنائی گئی ہے، کیونکہ ڈنمارک حکومت نے نیم دلانہ قسم کے اقدامات کئے ہیں، اس گستاخ پر مقدمہ نہیں چلایا۔

(۳)...تبلیغی سطح پر یہ معاملہ میڈیا پر لانے کی ضرورت ہے، کیونکہ یورپ میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے، جن کو ان معاملات کی سرے سے معلومات ہی نہیں ہوتیں، وہ معاشی مصروفیات میں سارا دن گزار دیتے ہیں، آج دنیا میں تعلیم و تبلیغ کا وسیع ذریعہ میڈیا ہے، ہم تبلیغی معاملے پر احساس جرم کا اعتراف کرتے ہیں، اسلام کو صحیح طور پر پیش کرنے میں ہم نے مجرمانہ کوتاہی سے کام لیا ہے۔ اللہ جل جلالہ

اپنے فضل وکرم سے، اپنی رحمت سے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت کا وہ حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ جل جلالہ کی رضا کے مطابق ہو۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین